R.No. 2166/57
REGD. No. L 927

انجمن ترقی اردو (ہند) کا ہفتہ وار اخبار

# ہماری زبان

فون نمبر ۲۹
سالانہ قیمت ۵ روپے
فی کاپی ۱۰ پیسے

تاریخ اشاعت
۲۲-۱۵-۸-۱

| جلد ۲۸ ، شمارہ ۲۸ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۲۲ جولائی ۱۹۶۹ء |
|---|---|---|

اداریہ

## حکومت ہند کا ترقی اردو بورڈ

۲۳ اپریل ۱۹۶۸ء کو وزیر تعلیم کی دعوت پر کچھ یونی ورسٹیوں کے وائس چانسلروں کچھ ریاستوں کے وزیروں، اردو کے اہم اداروں کے نمائندوں، یونی ورسٹیوں کے اردو کے شعبوں کے صدر اور کچھ پارلی منٹ کے ممبروں کا جو اجتماع ہوا تھا اس میں یہ تجویز کی گئی تھی کہ اردو ادب کو فروغ دینے کے لئے اور خصوصاً اردو میں علمی کتابوں کی تیاری کے لئے مرکز کی طرف سے ایک ترقی اردو بورڈ قائم کیا جائے۔ حکومت ہند نے اب یہ بورڈ دہلی میں قائم کردیا ہے اور آخر جولائی میں اس کا پہلا جلسہ ہونے والا ہے۔ بورڈ کے صدر ڈاکٹر وی کے آر وی۔ راؤ وزیر تعلیم ہیں۔ اور نائب صدر پروفیسر مجیب وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی۔ اس کے ممبروں میں صدر یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن، ڈائرکٹر سائنس اور صنعتی ریسرچ کونسل، صدر سائنسی اور فنی اصطلاحات کمیشن، دو پارلی منٹ کے ممبر، دو وائس چانسلر، تین یونی ورسٹیوں کے اردو کے شعبوں کے صدر، اور تین اردو کے اداروں کے نمائندے ہیں۔ وزارت تعلیم کا ایک افسر اس کا سکریٹری ہے ترقی اردو بورڈ کا مقصد اردو بولنے والوں کو جدید علوم کی ساری معلومات اردو میں مہیا کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کام کے لیے زیادہ تر سائنس ٹیکنالوجی اور جدید دور کے افکار و احساسات کو اردو میں منتقل کرنا ہوگا۔ یہ کام صرف مغرب کی معیاری کتابوں کا اردو میں ترجمہ کرنے سے نہیں ہوگا، اس کے لئے ماہرین سے براہ راست اردو میں کتابیں بھی لکھوانا ہوں گی فی الحال ترقی اردو بورڈ کے سامنے چار اہم کام ہیں:

(۱) اکیڈیمک یا علمی ادب تیار کرنا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ سیاسیات، تاریخ، اقتصادیات، فلسفہ، نفسیات، سوشیالوجی، کامرس، اجتماعی علوم، تعلیم اور بشریات کے علاوہ فزکس، کمسٹری، ریاضی، بوٹنی، زوالوجی، جیالوجی، جغرافیہ، انجینیرنگ، میڈیسن اور زراعت پر معیاری کتابوں کے تراجم بھی کرائے جائیں گے اور ان مضامین پر کتابیں بھی لکھوائی جائیں گی۔

(۲) سائنس پر عام فہم کتابیں تیار کرنا۔ چونکہ ہندوستانی زبانوں میں عام طور پر سائنس کو مقبول بنانے اور لوگوں میں سائنس سے واقفیت پیدا کرنے اور ایک سائنسی مزاج بنانے کی اشد ضرورت ہے، اس لئے سائنس پر عام فہم کتابوں کے ذریعہ سے اس ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

(۳) حوالے کی کتابوں، لغات اور انسائیکلو پیڈیا کے طرز کی کتابوں کا جائزہ لیا جائے گا اور اس دائرے میں جن جن کتابوں کی کمی ہے ان کی تیاری خاص طور سے کرائی جائے گی۔

(۴) اگرچہ بچوں کے ادب پر اب توجہ ہو چلی ہے مگر ہمارے یہاں زیادہ تر چھوٹے بچوں کے لئے کتابیں ہیں، دس سال سے پندرہ سال کے بچوں کے لئے ابھی تک صحت مند اور مفید لٹریچر کی کمی ہے۔ یہاں بھی معلومات کو دلکش اسلوب سے پیش کرنے کی ضرورت ہے اور کیریکٹر اور نفسیات کو دیکھ کر اچھا اور معیاری مواد فراہم کرنا ہے۔

ہر کام کے لئے علٰحدہ علٰحدہ کمیٹیاں ہوں گی جو ماہرین کی مدد سے اپنا کام کریں گی۔ ترقی اردو بورڈ کے کام کے لئے اس منصوبے میں پچاس لاکھ کی رقم کا وعدہ کیا گیا ہے۔

ہم ترقی اردو بورڈ کا خیر مقدم کرتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ یہ تمام اردو کے اداروں، عالموں اور ماہروں کا تعاون حاصل کرنے میں کامیاب ہوگا۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اگرچہ اس وقت شاید ہی کسی یونی ورسٹی میں ذریعہ تعلیم اردو ہو، صرف بعض جگہ اردو

میں جوابات دینے کی سہولت ہے۔ مگر مرکز نے اس معاملے میں مزید پس و پیش کرنے کے بجائے اس اہم اور مفید کام کو شروع کرنا ضروری سمجھا۔ ہمیں امید ہے کہ ان کتابوں کی تیاری سے ایک طرف عمومی طور پر اردو میں جدید علوم پر معیاری سرمایہ میسر آئے گا اور دوسری طرف کچھ یونی ورسٹیوں کو توفیق ہوگی کہ وہ اردو کے ذریعہ سے تعلیم کا بھی انتظام کریں۔ ماہرین تعلیم، ماہرین نفسیات اور محبان وطن اب اس بات پر متفق ہیں کہ مادری زبان کے ذریعہ سے ہی ہم طلبہ کی شخصیت کو توانا بنا سکتے ہیں اور ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو ابھار سکتے ہیں۔ اردو زبان میں اس کی پوری صلاحیت موجود ہے کہ وہ مناسب تیاری کے بعد تمام علوم کی اعلیٰ سے اعلیٰ منزل تک تعلیم دے سکے۔ صرف اس بات کی کمی ہے کہ اردو دوست اپنے پر اور اپنی زبان پر بھروسہ کرنا سیکھیں۔ اردو زبان کے ذریعہ سے اعلیٰ تعلیم دینے کا یہ مطلب ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ اردو دوست اپنے علاقے کی زبان، یا ہندی یا انگریزی نہ سیکھیں۔ دراصل ہم سب کو مادری زبان میں کامل مہارت کے علاوہ انگریزی اور کم سے کم ایک ہندوستانی زبان سے خاص واقفیت پر اصرار کرنا چاہیے۔ بہرحال ترقی اردو بورڈ کا قیام ایک اچھا اقدام ہے اور امید ہے کہ اردو کے عالم اور اسکالر اور اردو کے ادارے اور اردو دوست بھی اس کے ساتھ پورا تعاون کریں گے۔

---

## سہ لسانی فارمولہ ملک کی سالمیت کے لئے ضروری ہے!

### وزیر اعلیٰ راجستھان کے خیالات

جناب موہن لال سکھاڈیا، وزیر اعلیٰ راجستھان نے اپنی ایک حالیہ تقریر میں سہ لسانی فارمولے کے نفاذ کی تائید کرتے ہوئے یہ کہا کہ ملک کی سالمیت کو برقرار رکھنے کے لئے یہ اقدام ضروری ہے۔

انھوں نے کہا کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ایک وقت آسکتا ہے جب مختلف صوبوں کے لوگوں کے لئے ایک دوسرے سے گفتگو کرنا بھی دشوار ہو جائے۔ اس موقع پر وزیر اعلیٰ ہندی کی تین ہزار نئی کتابوں کی ایک نمائش کا افتتاح کر رہے تھے۔ یہ کتابیں یونیورسٹی کے طلبہ کی ضروریات کے مطابق اعلیٰ درجات کے لئے تیار کی گئی ہیں۔ انھوں نے اس واقعے پر افسوس کا اظہار بھی کیا کہ کئی صوبوں نے سہ لسانی فارمولے کا خیر مقدم نہیں کیا۔ راجستھان نے بھی اس سلسلے میں کسی سرگرمی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا لیکن اب ملک کے تغیر پذیر سیاسی اور معاشی حالات کے تحت یہ ضروری ہوگیا تھا کہ اس فارمولے کے متعلق جلد از جلد کسی فیصلہ کن نتیجے تک پہونچا جائے۔

(انڈین ایکسپریس)

## جاپانیوں کے لئے اردو کتاب

جاپانیوں کو اردو سکھانے کے لئے ۱۸۴ صفحات کی ایک کتاب شائع کی گئی ہے جس کا اردو نام "جاپانی ہندوستانی بول چال" ہے۔ یہ کتاب عمدہ کاغذ پر چھاپی گئی ہے اور تلفظ، ہندوستانی بات چیت اور مختصر قواعد سے متعلق تین حصوں پر مشتمل ہے۔ تلفظ کے حصے میں دو ابواب شامل ہیں۔ پہلے باب میں اردو اصوات کا ایک نقشہ دیا گیا ہے اور دوسرے حصے میں غیر جاپانی اصوات اردو کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ کتاب رومن رسم الخط میں ٹوکیو سے شائع ہوئی ہے۔

## ڈاکٹر محمد شہید اللہ کی وفات

گذشتہ ۱۳ر جولائی کو مشرقی پاکستان کے مشہور دانشور ماہر تعلیم ڈاکٹر محمد شہید اللہ کے انتقال کی افسوسناک خبر ملی ہے۔ ڈاکٹر شہید اللہ مرحوم (سال پیدائش ۱۸۸۵ء) پہلے بنگالی مسلمان تھے جنھوں نے ۱۹۱۰ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے سنسکرت میں آنرز ڈگری کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ انھوں نے اپنی زندگی بنگالی زبان، تاریخ اور ثقافت کی ترویج واشاعت کے لئے وقف کردی تھی۔ بنگالی کے علاوہ انھیں بارہ دوسری زبانوں پر بھی عالمانہ عبور حاصل تھا۔ ڈاکٹر شہید اللہ مرحوم قدیم بنگالی ادب سے خصوصی دلچسپی رکھتے تھے جو عربی رسم الخط میں لکھا جاتا تھا لیکن بعض سیاسی مصلحتوں اور مخالفتوں کے باعث ان کی یہ تحریک کامیاب نہ ہوسکی۔ انھوں نے اردو افعال کی سنسکرت اصل پر بھی قابل قدر تحقیقی کام کیا تھا اور اردو افعال کا سراغ ویدک سنسکرت سے لگایا تھا۔ اس موضوع پر ان کی تحقیقی کتاب انجمن ترقی اردو (پاکستان) نے شائع کی ہے اس کے علاوہ انھوں نے مشرقی پاکستان میں رائج بنگالی زبان کی مختلف بولیوں، ان کے خاص الفاظ اور محاوروں کی تدوین وترتیب اور اشاعت کے کام کی بھی نگرانی کی۔ بعض قدیم کتابیں مرتب کیں اور اپنی نگرانی میں لوک گیتوں کے چند مجموعے بھی تیار کرائے۔

آخری زمانے میں وہ راج شاہی کی نئی یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر کر دئے گئے تھے۔ حکومت پاکستان نے انھیں اعلیٰ ترین اعزازات سے نوازا تھا۔ ان کی وفات کا سوگ مشرقی پاکستان اور کلکتہ ہر جگہ یکساں طور پر منایا گیا۔ مغربی بنگال کی مجلس قانون ساز نے اپنے ایک تعزیتی جلسے میں مرحوم کی خدمات کو سراہتے ہوئے ان کی روح کو خراج عقیدت پیش کیا۔

ڈاکٹر ابو محمد سحر

# دیوان غالب نسخۂ بھوپال

## چند انکشافات

نسخۂ بھوپال کے متعلق بعض حقائق اس پر کام کرنے والوں کے سہو و نسیان کی نذر ہو گئے۔ بعض حقائق کا اظہار قصداً نہیں کیا گیا کچھ حقائق مخطوطے کی دریافت کے وقت منظر عام پر آئے لیکن رفتہ رفتہ لوگوں کے حافظے سے محو ہو گئے۔ ان تمام امور کی زیادہ تر ذمہ داری نسخۂ حمیدیہ کے مرتب مفتی محمد انوار الحق پر عائد ہوتی ہے کیونکہ انھوں نے اپنی تمہید میں ان کو محفوظ کرنے کا خیال نہیں رکھا۔ جب کوئی نادر چیز دریافت ہوتی ہے تو لازمی طور پر یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ وہ کیونکر دریافت ہوئی اور اس کو کس نے دریافت کیا۔ نسخۂ حمیدیہ سے بالواسطہ یہ پاس ہوتا ہے کہ نسخۂ بھوپال کو ڈاکٹر بجنوری نے دریافت کیا ہوگا۔ مولانا امتیاز علی عرشی نے اپنے مضمون "نسخۂ حمیدیہ اور بجنوری" مطبوعہ نیا دور لکھنؤ مئی ۱۹۶۱ء میں معارف ستمبر ۱۹۱۸ء کے حوالے سے اس زمانے میں نسخۂ بھوپال کا ڈاکٹر بجنوری کے زیر مطالعہ ہونا بیان فرمایا ہے۔ اسی مضمون میں انھوں نے معارف نومبر ۱۹۱۸ء کے حوالے سے ڈاکٹر بجنوری کی تاریخ وفات بھی درج فرمائی ہے یہ حوالے انھیں ڈاکٹر مختار الدین آرزو صاحب نے بہم پہنچائے تھے۔ حال ہی میں راقم الحروف کی گزارش پر ڈاکٹر عبدالعلیم نامی صاحب نے انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، بمبئی کے کتب خانے سے ان پرچوں کے متعلق اقتباسات مرحمت فرمائے۔ انھوں نے مزید احتیاط کے طور پر معارف ستمبر ۱۹۱۸ء کے اقتباس کا فوٹو بھی ارسال فرمایا جس کے لئے میں ڈاکٹر صاحب موصوف کا خاص طور سے ممنون ہوں۔

معارف ستمبر ۱۹۱۸ء میں شذرات کے تحت صفحہ ۱۶۲ پر جو کچھ شائع ہوا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانۂ حمیدیہ بھوپال میں دیوان غالب کے اس مخطوطے کی دریافت مولانا عبدالسلام ندوی کا کارنامہ تھی۔ نیز یہ کہ معارف نے ڈاکٹر بجنوری سے اس قلمی دیوان پر "تقریظ" لکھنے کی درخواست کی تھی۔ ملاحظہ ہو۔

"ہمارے دوست مولانا عبدالسلام صاحب ندوی شعر الہند کی خاطر آج کل کتب خانوں کی خاک چھان رہے ہیں اسی سلسلہ میں وہ بھوپال بھی پہنچے۔ وہاں کے کتب خانۂ حمیدیہ میں انھیں ایک انمول جواہر ملا یعنی مرزا غالب کا اصلی مکمل اردو دیوان بلا حذف و انتخاب جو موجودہ دیوان سے ضخامت میں دونا ہے۔ نہایت عمدہ مطلا نسخہ ہے۔ کسی خوش مذاق کے ہاتھ پڑا تھا اس نے ان غزلوں کا مطبوعہ غزلوں سے مقابلہ کر کے اختلاف نسخ بھی لکھ دیا ہے۔ یہ نسخہ اب جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب بجنوری مشیر تعلیمات بھوپال کے مطالعہ میں ہے۔ موصوف آج کل دیوان غالب کی

---

ندیم مراد آبادی

### تضمین بر غزل حسرت موہانی مرحوم

واقف ہیں رازداریِ رازِ نہاں سے ہم
کھیلے ہوئے ہیں شعلۂ برقِ تپاں سے ہم
کچھ مختلف سے ہو گئے بزمِ جہاں سے ہم
اپنا سا شوق اوروں میں لائیں کہاں سے ہم
گھبرا گئے ہیں بیدلیِ ہم زباں سے ہم

رکھیں گے باز کیا ہمیں طوفانِ برق و باد
حاصل ہے زندگی محبت پہ اعتماد
پائے طلب کو دے جو کوئی ہمتوں کی داد
کچھ ایسی دور بھی تو نہیں منزلِ مراد
لیکن یہ جب کہ چھوٹ چلیں کارواں سے ہم

اب دیکھو یا نہ دیکھو عنایت سے برملا
تم پر لٹائے بیٹھے ہیں اپنی فنا بقا
کیوں اجنبی سے بنتے ہو شوخی سی ہے یہ کیا
معلوم سب ہے پوچھتے ہو پھر بھی مدعا
اب تم سے دل کی بات کہیں کیا زباں سے ہم

دل میں بھی سوز و ساز نظر میں بھی سوز و ساز
کیا راز ہے کہ کھلتا نہیں ہم پہ کوئی راز
کیا کیجئے کہ غم سے ہوا اپنا ساز و باز
ہم بس نہیں تو کرتے نہیں تم ز راہِ ناز
تنگ آ گئے ہیں کشمکشِ آسماں سے ہم

مانا کہ دور تر ہے محبت میں جائے شوق
لیکن نہ رک سکے گا سرِ راہ پائے شوق
آتی ہے دل کے پاس سے پیہم صدائے شوق
ہے انتہائے یاس بھی اک ابتدائے شوق
پھر آ گئے وہیں پہ چلے تھے جہاں سے ہم

اپنی جبینِ شوقِ عقیدت وہیں جھکی
کعبہ یہی ہے منزلِ مقصود ہے یہی
کہتی ہے بار بار یہ غیرت ندیم کی
حسرت پھر اور جائے کریں کس کی بندگی
اچھا جو سر اٹھائیں ترے آستاں سے ہم

خدمت گزاری میں مصروف ہیں اور عنقریب ان کے نتائج فکر ترقی اردو کے ذریعہ سے منظر عام پر آئیں گے ہم نے ڈاکٹر صاحب سے التماس کیا ہے کہ اس نسخے پر تقریظ لکھ کر دہ ناظرین معارف کے لیے مرحمت فرمائیں۔"

معلوم نہیں بجنوری کو اس مخطوطے پر تقریظ لکھنے کا موقع ملا یا نہیں لیکن ان کی اچانک وفات کی خبر کے ساتھ معارف میں اس کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔

"۷ر نومبر ۱۹۱۸ء کو علی گڑھ کالج کے ایک نوجوان فرزند کا داغِ مفارقت بھی ہمیں اٹھانا پڑا یعنی ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری نے بھوپال میں انتقال کیا۔ مرحوم نہایت علم دوست شخص تھے۔ حال ہی میں جب ہم بھوپال گئے تھے تو ان سے ملاقات ہوئی تھی اور انھوں نے شعر الہند کے متعلق ہمیں مفید مشورے دیے تھے۔"

(معارف اعظم گڑھ، دسمبر ۱۹۱۸ء (۶)، شذرات، ص ۴۲۶)

نسخۂ بھوپال کی گم شدگی کا چرچا اس بنا پر ہے کہ یہ مخطوطہ مولانا آزاد سنٹرل لائبریری، بھوپال (سابقاً حمیدیہ لائبریری) میں ایک عرصے سے دستیاب نہیں ہے۔ چونکہ یہ بات بھی صرف اس کتب خانے کے اہل کاروں کے بیان پر منحصر تھی اور یہ سرکاری کتب خانہ ایسے حالات سے گزر چکا ہے کہ یہ ناممکن نہ تھا کہ یہ مخطوطہ اسی کتب خانے میں دوسری کتابوں کے ساتھ مخلوط ہو گیا ہو یا دوسرے خاص مخطوطات کے ساتھ کسی اور سرکاری ادارے میں منتقل ہو گیا ہو اس لئے میں نے حمیدیہ کالج بھوپال میں اپنے رفیق کار ڈاکٹر سید حامد حسین کی معیت میں اس کی تلاش کا ایک سنجیدہ منصوبہ بنایا۔ مقصد یہ تھا کہ اگر مخطوطہ دستیاب نہ ہو سکے تو کم از کم اتنا تو طے ہو جائے کہ مولانا آزاد سنٹرل لائبریری، بھوپال یا کچھ دوسرے سرکاری اداروں میں جہاں اس کے ہونے کی توقع کی جا سکتی ہے یہ موجود نہیں ہے اور آخر میں کسی قدر یقین کے ساتھ یہ قیاس کیا جا سکے کہ اس کا انجام کیا ہوا، چنانچہ راقم الحروف اور ڈاکٹر سید حامد حسین کی مشترکہ چھان بین سے اب تک جو تفصیلات سامنے آئی ہیں یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

مولانا آزاد سنٹرل لائبریری، بھوپال میں قلمی کتابوں کی جو فہرستیں موجود ہیں ان میں اس مخطوطے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ لیکن یہ فہرستیں بعد میں بنائی گئی ہیں اور جگہ جگہ کتابوں کے ابتدائی نمبر چھیل کر کے دوسرے نمبر لکھے گئے ہیں۔ اس مخطوطے پر ڈاکٹر سید عبداللطیف کے مضمون مشمولہ مجلہ "مکتبہ" جلد ۱ شمارہ ۱ سے (جو راقم الحروف کے تعارف کے ساتھ یکم مئی ۱۹۶۹ء کے ہماری زبان میں دوبارہ شائع ہوا ہے) معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نمبر ادب اردو قلمی ۱۱ تھا لیکن کتب خانے کی موجودہ فہرست مخطوطات اردو میں ۱۱ پر اب دوسری کتاب درج ہے اور اس دوسری کتاب پر اصل نمبر کاٹ کر ۱۱ درج کر دیا گیا ہے۔ اس کتب خانے میں اس مخطوطے کا نام و نشان اب صرف اس قدر باقی ہے کہ نواب فوجدار محمد خاں کی املاک کی ایک قلمی فہرست میں ان کے کتب خانے کی کتابوں کے ساتھ ایک جگہ "دیوان اسد قلمی خوشخط" درج ہے، با ایں ہمہ فارسی کی ایک قلمی کتاب "اجزائے متفرقۂ علم انشا" کے آخر میں جلد سے ملحق ہونے کاغذ کے ورق الف کے بالائی حصے کے وسط میں شکستہ خط میں "دیوان اسد غالب" لکھا ہوا ہے۔ غالباً کتابوں کی جلد بندی میں کسی وقت اس مخطوطے کے جلد سے ملحق ہونے کاغذ کے اوراق "اجزائے متفرقۂ علم انشا" میں لگا دئے گئے ہیں۔ اس قسم کے موٹے اور بادامی کاغذ کے اوراق نواب فوجدار محمد خاں کے کتب خانے کے ان اکثر مخطوطات کی جلدوں سے ملحق ہیں جو مولانا آزاد سنٹرل لائبریری میں موجود ہیں۔ "اجزائے متفرقۂ علم انشا" کے آخر کے ایک صفحہ پر فوجدار محمد خاں کی ۱۲۵۵ھ کی ایک چھوٹی مہر ثبت ہے، حالانکہ روشنائی پھیل جانے کی وجہ سے اس کا سنہ صاف طور پر نہیں ابھرا ہے۔

مولانا آزاد سنٹرل لائبریری میں کتب خانۂ حمیدیہ کا قدیم ریکارڈ موجود نہیں ہے۔ حسن اتفاق سے یہ ریکارڈ حکومت مدھیہ پردیش کے محکمۂ آثار قدیمہ، بھوپال میں دستیاب ہوا۔ ریاست بھوپال کے ایڈورڈ میوزیم کے نوادر اور آثار قدیمہ کے ریکارڈ کے ساتھ یہ ریکارڈ اس محکمے کو دے دیا گیا تھا۔ چنانچہ یہ نہایت بوسیدہ اور کرم خوردہ حالت میں اس محکمے کے ایک بڑے کمرے میں ایک ٹوٹے ہوئے چیڑ کے بکس میں پڑا ہوا ہے۔ اس میں کتب خانۂ حمیدیہ کا حسب ذیل مفید مطلب ریکارڈ موجود ہے۔

۱۔ فہرست کتب اردو قلمی (جلد پھٹ جانے کی وجہ سے اس فہرست کا عنوان موجود نہیں لیکن پشتے پر جس پر "ادب اردو قلمی" درج ہے صفحات محفوظ ہیں)

۲۔ "رجسٹر کتب مستعار اردو من ابتدائے اکتوبر ۱۷ء لغایت مارچ ۲۱ء مطابق ۲۵ف لغایت ۲۸ف"

۳۔ "فہرست کتب السنۂ مشرقی وصول طلب بابتہ ۲۲-۲۳ء ۱۹۲۳ء مطابق ۱۳۳۲ف"

(صفحہ ۱۰۱ تا ۱۸۶)

۴۔ فائل جس میں مخصوص کتابوں کے اجرا کے متعلق درخواستیں اور ان کی منظوری وغیرہ کے کاغذات چسپاں ہیں۔

۵۔ "رجسٹر کتب مستعار السنۂ مشرقی بابتہ ۳۵-۱۳۳۴ف"

۶۔ فہرست کتب فارسی قلمی (صفحہ ۳ تا ۱۱۰)

۱۔ مندرجہ بالا میں ادب اردو قلمی کے تحت ۱۱ پر نسخۂ بھوپال کے متعلق مختلف خانوں میں یہ اندراجات ملتے ہیں۔

"نمبر شمار: ۱۱۔ نام کتاب: دیوان غالب۔ نام مصنف: مرزا اسد اللہ خاں غالب۔ نام کاتب مع سنہ کتابت: حافظ معین الدین ۱۲۲۷ھ۔ تعداد جلد: ۱۔ تعداد نسخ: ۱۔"

اس کے علاوہ کیفیت کے خانے میں "نادرات" "المارکی ۱۹" (سرخ روشنائی سے) اور "مطلا و مذہب" درج ہے۔ اس کے نیچے لکھا ہوا ہے "۱۴ راگست ۱۸ء کو ڈاکٹر عبد الرحمٰن صاحب کو بطور مستعار برائے چندے دیا گیا۔ رسید رجسٹر مستعار پر موجود ہے۔" نام کتاب کے خانے میں داہنی طرف پنسل سے اور بائیں طرف روشنائی سے بالترتیب یہ اندراجات بھی ہیں۔

| | |
|---|---|
| وصول شد AB 12/1/28 | کتاب آگئی اور پھر ماسٹر ولی محمد کو بہ اخذ دی گئی AB 3/11/27 |

۲۔ مندرجہ بالا میں جناب ڈاکٹر عبد الرحمٰن صاحب ایگزیکٹیو اینڈ ایڈمنسٹریٹر کے نام پر ۱۴ راگست ۱۸ء کی تاریخ میں دیوان غالب مطلا قلمی، اردو ادب ۱۱ کا اجرا درج ہے اور کیفیت کے خانے میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے:

حسب مراسلہ ( )

اعلان...... یہ کتاب رکھ لی گئی۔ واپس نہیں...... اس سے دوسری کتاب ڈاکٹر صاحب تیار فرما دیں گے۔

۳۔ مندرجہ بالا کے صفحہ ۱۱ پر ڈاکٹر عبد الرحمٰن بجنوری مرحوم کے نام کے آگے "دیوان غالب" "ادب اردو قلمی ۱۱" اور کیفیت کے خانے میں "۱۔ وصول شد عبد القدوس ۹ رمارچ ۲۴ء" درج ہے۔

۴۔ مندرجہ بالا میں یہ درخواست ملتی ہے۔

"بخدمت مہتمم صاحب کتب خانہ

مکرمی تسلیم

دیوان غالب قلمی (حمیدیہ ایڈیشن جس سے لیا گیا ہے) دو ہفتہ کے لئے مطلوب ہے براہ کرم اس کو مستعار دے لیجئے۔ بعد دو ہفتے کے باحتیاط تمام واپس کر دیا جائے گا۔

۳ رنومبر ۲۷ء

خاکسار

ولی محمد"

اس درخواست پر منظوری یوں درج کی گئی ہے۔

"دیدی جائے

AB

3/XI/27"

۵۔ مندرجہ بالا میں صفحہ ۳ پر ماسٹر ولی محمد صاحب سکریٹری اسٹیٹ کونسل کے نام پر ۳ رنومبر ۱۹۲۷ء کو اس مخطوطے کا اجرا اور ۲۱ رجنوری ۱۹۲۸ء کی تاریخ میں ریاض الدین کے دستخط سے واپسی درج ہے "نام فن اور زبان" کے خانے میں سہواً "ادب فارسی قلمی" اور "حالت کتاب" کے خانے میں "جلد شکستہ" لکھا گیا ہے۔

ان تمام اندراجات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس مخطوطے کو ڈاکٹر بجنوری نے حمیدیہ لائبریری سے ۱۴ راگست ۱۹۱۸ء کو مستعار لیا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد سرکاری طور پر یہ مخطوطہ نسخۂ حمیدیہ کی ترتیب کے سلسلے میں مفتی انوار الحق ڈائرکٹر تعلیمات کے پاس رہا اور پھر ۹ رمارچ ۱۹۲۴ء کو ڈاکٹر بجنوری ہی کے نام پر واپس کیا گیا۔ اس کے بعد ۳ رنومبر ۱۹۲۷ء کو ماسٹر ولی محمد نے اس کو جیسا کہ دیگر حوالوں سے معلوم ہے ڈاکٹر سید عبد اللطیف کو حیدر آباد بھیجنے کے لئے کتب خانے سے اخذ کیا اور وہاں سے آنے کے بعد ۲۱ رجنوری ۱۹۲۸ء کو کتب خانے میں واپس کر دیا۔ فہرست کتب اردو قلمی (مندرجۂ بالا ۲۔) میں مؤخر الذکر دونوں کیفیتیں بالترتیب ۱۵ رنومبر ۱۹۱۶ء اور ۱۲ رفروری ۱۹۲۸ء کو درج کی گئیں۔

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

واحد پریمی

## غزل

زندگی کا یہ کرشمہ دیکھا
پھول چٹان پہ کھلتا دیکھا
وقت کی دھوپ میں جھلسا دیکھا
زرد سر پھول سا چہرہ دیکھا
اک جہنم سا دہکتا دیکھا
ہم نے تنہائی کا صحرا دیکھا
آئینہ خانۂ دنیا کیا خوب
اجنبی اپنا ہی چہرہ دیکھا
جب کبھی احساس کی قندیل جلی
زیست پہ موت کی سایہ دیکھا
جانے کیا بات ہے اکثر خود کو
اس بھرے شہر میں تنہا دیکھا
اپنا کمرہ تھا کہ محبس کوئی
رات اک دیو کا پہرہ دیکھا
ہر خوشی زیست کی بے جان ہوئی
جب تجھے اے غم دنیا دیکھا
دل میں کیا خواہشیں ہوتی رکھیں
ہم نے انسان کا جلوہ دیکھا
اس کے نام پہ ہر سمت رواں
آگ اور خون کا دریا دیکھا
آہ یہ دور ہر اک انساں کو
پیٹ کی آگ میں جلتا دیکھا
موسم گل ہو کہ پت جھڑ واحد
پھول کو صورت شعلہ دیکھا

## مراسلات

# دیوان غالب کا قلمی نسخہ میں نے فروخت نہیں کیا

### مجلس اردو کے جلسہ میں مولوی شفیق الحسن فضلی کی تقریر

بھوپال مجلس اردو کی ایک حالیہ نشست میں جناب شفیق الحسن صاحب فضلی نے دیوان غالب کے قلمی نسخہ پر اپنی تقریر کے ذریعہ تفصیلی روشنی ڈالی۔ آپ نے کہا کہ دیوان غالب کا قلمی نسخہ میں نے فروخت نہیں کیا بلکہ بطور امانت دیا ہے۔ توفیق احمد صاحب چشتی امروہوی کے بیانات قطعی بے بنیاد ہیں۔ توفیق احمد صاحب ۵ر اپریل کو میرے پاس پرانی کتب خریدنے کے لئے تشریف لائے تھے اور ایک کتاب "تاریخ ٹونک" گیارہ روپے میں خریدی تھی اسی وقت ان کی نظر غالب کے قلمی نسخہ پر گئی۔ کہنے لگے کیا آپ اسے بیچنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں نے جواب دیا نہیں! بھوپال میں اس کا کون خریدار ہو سکتا ہے یہ تو ایک نادر چیز ہے۔ اس کے بعد کافی دیر تک توفیق صاحب اصرار کرتے رہے کہ یہ نسخہ آپ مجھے دیدیجئے میں کسی اچھی جگہ اسے دکھاؤں گا اور مناسب قیمت لگنے پر آپ کو مطلع کروں گا اس وقت اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے لکھئے گا تاکہ آپ کی منظور شدہ رقم پر اسے فروخت کیا جاسکے گا اگر یہ نسخہ آپ ہی کے پاس رہا تو اس کا گاہک بہ آسانی نہیں مل سکتا میں ہندوستان میں مختلف جگہوں کا دورہ کرتا ہوں ظاہر ہے میں بہ آسانی کوئی خریدار آپ کے لئے فراہم کرسکوں گا مختصر یہ کہ میں نے چند لوگوں کی موجودگی میں ان کے یقین دلانے پر یہ نسخہ ان کے سپرد کردیا۔

آپ نے کہا۔ ۲۲ر اپریل ۱۹۹۹ء کے "ہماری زبان" میں ایک مضمون میری نظر سے گزرا جس کے پڑھنے سے اندازہ ہوا کہ جیسے یہ نسخہ خود توفیق احمد صاحب کی دریافت ہو انھیں یہ نسخہ کہاں سے ملا مضمون میں اس بات کا ذکر نہیں تھا۔ اس کے بعد ۱۵ر جون کے شمارہ میں پھر ایک مضمون شائع ہوا جس میں صرف یہ نظر آیا یہ نسخہ انھیں ۵ر اپریل کو بھوپال سے ملا تھا میرا نام کہیں بھی نہیں تھا اس قسم کے مضامین یہ ثابت کرتے ہیں کہ توفیق احمد صاحب کی نیت میں فتور پیدا ہو گیا ہے۔ آپ نے کہا امروز فردا میں ہی توفیق احمد صاحب کو نوٹس دیا جانے والا ہے آخر میں اراکین مجلس اردو نے مولوی شفیق الحسن صاحب فضلی کو ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔ (سکریٹری نشر و اشاعت مجلس ادب)

## یہ شعر کس کا ہے

"چند تصویر بتاں چند حسینوں کے خطوط
بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا"

مشہور ہے کہ یہ شعر غالب کا ہے۔ بہت سے اہل علم اسے آج بھی غالب کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ مالک رام نے دیوان غالب (مطبع کتاب گھر دہلی) ۱۹۵۰ء میں اس شعر کو شامل کیا تھا۔ بعد میں انھوں نے اسے "دیوان غالب" ۱۹۶۰ء کے ایڈیشن میں حذف کردیا۔ نادم سیتاپوری نے بھی اس شعر کو اپنی کتاب "غالب کی شاعری میں الحاقی عناصر" میں الحاقی شعر قرار دیا ہے۔ مگر کسی صاحب نے بھی اس طرف نہیں اشارہ فرمایا کہ یہ شعر دراصل کس کا ہے۔

حال ہی میں راقم الحروف کی ملاقات ایک ادبی نشست میں سروش مچھلی شہری، شاگرد آرزو لکھنوی سے ہوئی تھی سروش صاحب خود بھی شاعر ہیں اور اساتذہ کی مشہور و معروف غزلیں انھیں ازبر ہیں۔ انھوں نے حضرت آرزو لکھنوی کے حوالہ سے بتایا کہ یہ شعر صفدر مرزاپوری کا ہے انھوں نے اس غزل کے کچھ اور شعر بھی سنائے۔ اگر اہل تحقیق اس طرف توجہ فرمائیں تو اس کی توثیق ہو سکتی ہے۔ (موسیٰ مجرد رضا)

## ڈپٹی نذیر احمد کی تصانیف

مجھے ڈپٹی نذیر احمد کی تصانیف کی مکمل فہرست کی ضرورت ہے۔ قارئین ہماری زبان سے درخواست ہے کہ ہماری زبان کے ذریعہ یا مجھے براہ راست ذیل کے پتے پر مطلع کرنے کی زحمت کریں شکر گزار ہوں گا۔

میں یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ کیا نذیر احمد کی غیر مطبوعہ تصانیف بھی موجود ہیں اور کیا ان کے کچھ مضامین کتابی صورت میں شائع نہیں ہو سکے ہیں؟

پتہ

سید وحید الحسن نزد لوہے کا پل

اجین مدھیہ پردیش۔

## استفسار

احسان مند ہوں گا کہ اگر قارئین "ہماری زبان" میں سے کوئی صاحب یہ فرمادیں کہ وہ شعر جس کا ایک مصرعہ درج ذیل ہے کیا ہے اور کس شاعر کا ہے؟

روز محشر کا گویا دیواں ہے

(ایک خریدار)

---

**ہماری زبان**

کو مضامین و مراسلات ارسال کرتے وقت یہ خیال رہے کہ وہ کاغذ کے ایک طرف لکھے ہوں (ادارہ)

# انجمن ترقی اردو، شاخ دھمائن، ضلع دربھنگہ کی سرگرمیاں

علاقائی انجمن کے ایک حالیہ اجلاس میں جس کی صدارت مولانا محمود عالم صاحب نے فرمائی اور مہمانانِ خصوصی کے طور پر الحاج نور الاسلام صاحب، مظفر حسین صاحب، محمد سجاد صاحب، مولوی امداد صاحب، حافظ محمد ناظم صاحب اور حاجی عبد الحفیظ صاحب شریک ہوئے، درج ذیل کارروائی عمل میں آئی۔

جلسے کا آغاز جناب وصی احمد شمسی (اسسٹنٹ سکریٹری) کی تقریر سے ہوا۔ موصوف نے اپنی تقریر میں علاقائی انجمن ترقی اردو کی گزشتہ سرگرمیوں کا جائزہ پیش کرتے ہوئے زبان و ادب کے مختلف مسائل کی طرف حاضرین کو متوجہ کیا۔ انھوں نے یہ اپیل بھی کی کہ علاقہ میں ایک اردو ہائی اسکول کی ضرورت بہت شدید ہے اور اگر اس مسئلے سے دلچسپی رکھنے والے چند حضرات تعاون پر آمادہ ہوں تو وہ پانچ برس تک رضاکارانہ طور پر اس سلسلے میں ہر خدمت کے لئے تیار رہیں گے۔

مجیب الرحمٰن صاحب (کنوینر) نے انجمن ترقی اردو کے اغراض و مقاصد کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے شبینہ مدارس اور اردو ہائی اسکول کے قیام کی ضرورت پر زور دیا اور اردو تحریک کو سرگرمی کے ساتھ آگے بڑھانے کی درخواست کی۔ الحاج نور الاسلام صاحب نے علاقائی انجمن ترقی اردو کی صدارت کا عہدہ رسمی طور پر قبول کرنے کے بعد یہ فرمایا کہ "اردو ہماری مادری زبان ہے اور یہی زبان ہماری تہذیبی اور فکری خدروں کی امین ہے اس لئے اس کے تحفظ اور بقا کے سلسلے میں ہمیں ہر وقت سرگرم رہنا چاہئے۔ موصوف نے علاقہ میں اردو ہائی اسکول کے قیام کی تجویز کو پسند کرتے ہوئے اس سلسلے میں ضروری اقدامات کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا۔

جناب مولانا محمود عالم صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں اردو کے تحفظ اور بقا کے مسئلے کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے بہت جذباتی اور پرجوش انداز میں یہ اعلان کیا کہ اس علاقے میں اردو ہائی اسکول کے قیام کی خاطر وہ ہر طرح کی قربانی دینے پر تیار ہیں اور اپنی ضعیف العمری کے باوجود نوجوانوں سے زیادہ مجاہدانہ خلوص رکھتے ہیں۔ انھوں نے لوگوں سے درخواست کی کہ اس وقت لوگ ذاتی مفادات و مقاصد کو پس پشت ڈال کر اپنی زبان کو زندہ رکھنے اور اسے ترقی دینے کی جدوجہد کریں۔

حاجی عبد الحفیظ صاحب کے مشورے پر دس اشخاص پر مشتمل ایک وفد کی تشکیل کی گئی جو علاقہ میں ہائی اسکول کے مجوزہ قیام کے سلسلے میں مالی وسائل کے حصول کے لئے دورہ کرے گا۔

جلسے کا اختتام جناب شاکر حسین (نائب صدر) کے اظہارِ تشکر پر ہوا۔ (نامہ نگار)

# انجمن ترقی اردو شاخ دھمواره کا جلسۂ انتخاب

علاقائی انجمن ترقی اردو (دھمواره) کا ایک جلسہ ہوا جس کی صدارت شاکر حسین صاحب نے فرمائی اس موقع پر انجمن کے عہدیداروں اور اراکین کا انتخاب عمل میں آیا۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) صدر: جناب الحاج نور الاسلام صاحب (ہر سنگھ پور)
(۲) نائب صدر: کامریڈ جناب محمد شاکر حسین صاحب (دھمواره)
(۳) جنرل سکریٹری و خازن: ماسٹر عبد الحلیم صدیقی صاحب (دھمائن)
(۴) نائب سکریٹری: وصی احمد شمسی صاحب (روپس پور)

اراکین مجلس عاملہ

(۵) سید انوار الحق صاحب (دھمواره)
(۶) ڈاکٹر عاشق حسین صاحب (دھمواره)
(۷) ماسٹر حفظ الرحمٰن صاحب (دھمواره)
(۸) زین الحق صاحب (دھمائن)
(۹) ضمیر الحسن انصاری صاحب (دھمائن)
(۱۰) عثمان غنی حیدر صاحب (دھمائن)
(۱۱) حکیم علاء الدین صابر صاحب (دھی ننگ)
(۱۲) محمد شمیم الدین صاحب (ہر بیٹھ)
(۱۳) محمد قطب الدین صاحب (ہر بیٹھ)
(۱۴) محمد محی الدین انصاری صاحب (منہرا)
(۱۵) مولوی منصور عالم قاسمی (بگھلا گھاٹ)

اسمائے کونسلر

(۱) جناب وصی احمد شمسی روپس پور
(۲) محمد مسلم صدیقی صاحب روپس پور
(۳) مولوی عطاء الحق صاحب روپس پور
(۴) ماسٹر عبد الحلیم صدیقی دھمائن
(۵) محمد زین الحق صاحب دھمائن
(۶) محمد مسلم انصاری صاحب دھمائن
(۷) محمد یونس کلاتھ مرچنٹ صاحب دھمائن
(۸) کامریڈ شاکر حسین صاحب دھمواره
(۹) ماسٹر حفظ الرحمٰن صاحب دھمواره
(۱۰) ڈاکٹر عاشق حسین صاحب دھمواره
(۱۱) مجیب الرحمٰن صاحب عاجز دھمواره
(۱۲) سید انوار الحق صاحب دھمواره

(۱۳) الحاج نور الاسلام صاحب (سہرسہ شکھ پور)
(۱۴) سید محمد جمال ہاشمی صاحب دھوارہ
(۱۵) محمد محی الدین انصاری صاحب (سہرسہ ٹولہ شہر)
(۱۶) طالب حسین ایڈوکیٹ صاحب (سہرسہ ٹولہ شہر)
(۱۷) کفیل احمد صاحب (سہرسہ)
(۱۸) مولوی منظور عالم صاحب قاسمی (گھیلا گھاٹ)
(۱۹) مولوی انوار الدین صاحب (مرزا پور)

## مضمون نویسی کا مقابلہ

مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ سنٹر ۱۹۶۶ء میں قائم ہوا۔ اس ادارہ کا مقصد قومی زبان کی حیثیت سے مہاتما گاندھی کے تصور ہندوستانی کو پھیلانا ہے۔ اس ریسرچ سنٹر نے فیصلہ کیا ہے کہ اس سال گاندھی صدی کے موقع پر "ہندوستانی" زبان میں آل انڈیا مضمون نویسی کا مقابلہ کیا جائے۔ اس مقابلہ کی تفصیل یہ ہے۔

الف: عنوانات

۱۔ ہندوستانی قومی زبان کی حیثیت سے

۲۔ ہندوستانی کے امکانات اردو اور ہندی ادب کی روشنی میں۔

۳۔ ہندوستانی، ماضی، حال اور مستقبل

۴۔ گاندھی جی اور ہندوستانی تحریک

۵۔ "ہندوستانی" میری نظر میں

ب: شرطیں

۱۔ مضمون آسان ہندوستانی میں ہو اور دیوناگری یا اردو لکھاوٹ میں لکھا جائے۔

۲۔ مضمون ۵۰۰۰ (پانچ ہزار) الفاظ سے زیادہ کا نہ ہو۔ ٹائپ میں یا خوشخط لکھا ہو۔ مضمون کی تین کاپیاں ہونی چاہئیں۔

۳۔ مضمون ۳۰ ستمبر ۱۹۶۹ء سے پہلے سینئر ریسرچ آفیسر مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ سنٹر، ایم۔ پی۔ ایم بلڈنگ نیتاجی سبھاش روڈ، بمبئی ۲ کے نام بھیج دئے جائیں۔

۴۔ اس مقابلہ میں ہندوستانی یونیورسٹیوں اور کالجوں کا کوئی بھی طالب علم حصہ لے سکتا ہے۔

۵۔ ہر مضمون کے ساتھ ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ یا پرنسپل کا تصدیق نامہ ہونا ضروری ہے

۶۔ مضمون، مضمون نگار کا اپنا لکھا ہوا ہو

۷۔ کوئی مضمون واپس نہیں کیا جائے گا اور مضمون کے سارے حقوق ریسرچ سنٹر کے نام محفوظ ہوں گے۔ ریسرچ سنٹر کو اس بات کا حق ہوگا کہ وہ کسی بھی مضمون کو پورا، ادھورا یا اقتباس کے طور پر ضرورت کے مطابق شائع کرے۔

۸۔ مضمون وصول ہونے کی آخری تاریخ کے بعد مضمون جانچنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی جائے گی، جو تین بہترین مضامین کا انتخاب کرے گی۔

۹۔ انعام نقد رقم کی صورت میں حسب ذیل ہوں گے۔

پہلا انعام: ۵۰۰ روپے، دوسرا انعام: ۳۰۰ روپے،
تیسرا انعام: ۲۰۰ روپے۔

۱۰۔ انعام دینے کی رسم ادا کرنے کے لئے ایک جلسہ کیا جائے گا اور بمبئی سے باہر سے انعام پانے والوں کو جلسہ میں شریک ہونے کے لئے دو طرفہ ریلوے کا سکنڈ کلاس کا کرایہ دیا جائے گا۔

ڈاکٹر عبد الستار دلوی
سینئر ریسرچ آفیسر مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ سنٹر بمبئی ۲

## نئی دہلی میں اردو مجلس کا قیام

نئی دہلی بہت دنوں سے نئی دلی کے جنوبی علاقے میں ایک ایسی ادبی انجمن کی کمی محسوس کی جارہی تھی جس کے زیر اہتمام اہل ذوق حضرات وقتاً فوقتاً یکجا ہوں اور اپنے ذوق کی تسکین کا سامان فراہم کرسکیں اس مقصد کی تکمیل کے طور پر ۲۶ جون ۱۹۶۹ء کو جناب منظور رضوی کے دولتکدہ پر "اردو مجلس" کی تشکیل عمل میں آئی۔ اسی جلسہ میں اردو مجلس کے عہدیداروں کا انتخاب بھی کیا گیا۔ (وقار صدیقی)

## پنجاب کا سہ لسانی فارمولہ

معاصر نیشنل ہیرالڈ نے ۲ جولائی کے شمارے میں پنجاب کے نئے سہ لسانی فارمولے پر اداریہ شائع کیا ہے۔ اداریے میں بعض ایسے مسائل بھی پیش کئے گئے ہیں جن سے واقفیت ہماری زبان کے قارئین کے لئے بھی دلچسپ اور کارآمد ہوسکتی ہے ذیل میں ہم متذکرہ اداریے کی تلخیص پیش کرتے ہیں۔

حکومت پنجاب نے ابھی تک اپنے اس اقدام کی وضاحت نہیں کی کہ اس نے پچھلے فارمولے کی جگہ ایک نئے ترمیم شدہ سہ لسانی فارمولے کو کیوں جگہ دی ہے؟ لسانی فارمولے اور خاص طور سے



سہ لسانی فارمولہ ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں مختلف شکلوں اور معانی کی روشنی میں دیکھا اور اختیار کیا گیا ہے۔

ایک غیر سرکاری اطلاع کے مطابق پنجاب چونکہ یک لسانی ریاست ہے اس لئے وہاں ذریعۂ تعلیم کی حیثیت سے صرف پنجابی کو قبول کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ اب اسی نئے فارمولے کے تحت ہندی کو بھی تقریباً پنجابی کے مساوی مقام حاصل ہو جائے گا۔ اس اسکیم کی روشنی میں پنجابی پہلی لازمی زبان ہوگی اور سرکاری اسکولوں کے تمام درجات میں اسی کو ذریعۂ تعلیم بنایا جائے گا۔ ہندی چوتھی جماعت سے دوسری لازمی زبان ہوگی (کل سنہ اسکیم کے مطابق ہندی کو یہ حیثیت چھٹی جماعت سے حاصل ہے) انگریزی چھٹی جماعت سے تیسری لازمی زبان کے طور پر اختیار کی جائے گی۔

اس اسکیم کو بڑی سختی کے ساتھ تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے کیونکہ اس کے دائرۂ عمل میں آنے کے بعد لسانی اقلیتوں کے حقوق بالکل ختم ہو جاتے ہیں اور ان کے بچوں کے لئے ایسی کوئی صورت نہیں رہ جاتی کہ وہ اپنی مادری زبان میں تعلیم حاصل کر سکیں۔ پچھر فارمولے نے ان حقوق کا لحاظ رکھا تھا اور بنیادی طور پر اس کا مزاج جمہوری تھا۔

ابھی تک یہ واضح نہیں ہو سکا ہے کہ کیا واقعی یہ نیا سہ لسانی فارمولہ لسانی اقلیتوں کے تمام حقوق کو پامال کر دے گا۔ لیکن یہ مسئلہ زیر غور آنا چاہیے کہ مجموعی طور پر تمام لسانی اقلیتوں کو اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنا ہے اور اپنی ریاست میں اپنے مقام و حیثیت کا تعین کرنا ہے۔ ان کے لئے یہ مناسب نہ ہوگا کہ وہ اس ریاست میں اپنے علیحدہ وجود یا اس سے اپنے عدم تعلق پر زور دیں۔

جیسا کہ بارہا کہا جا چکا ہے سہ لسانی فارمولے کی تمام شکلیں عملی طور پر کارآمد نہیں ہو سکی ہیں خاص طور سے ہندی علاقوں میں اس فارمولے کی اصل روح کو بری طرح کچلا گیا ہے۔ امور داخلہ کے ریاستی وزیر جناب وی۔سی۔ شکلا نے پارلیمنٹ کے گزشتہ سیشن میں کہا کہ متعدد ہندی ریاستوں میں جنوبی ہندوستان کی ایک زبان بھی پڑھائی جا رہی ہے۔ لیکن کیرالا کے انسٹی ٹیوٹ آف لینگویجز کے ڈائرکٹر کا بیان ہے کہ پچھلے سال کے اگست سے وہ ہندی ریاستوں کو برابر لکھ رہے ہیں کہ ہندی میڈیم کے ذریعہ ملیالم پڑھانے والے کچھ اساتذہ کے لئے جگہیں نکالی جائیں لیکن کسی بھی ہندی ریاست نے اس درخواست پر کان نہیں دھرے۔ کچھ ریاستوں نے تو یہ جواب دیا کہ ان کے یہاں جنوبی ہند کی کسی بھی زبان کے پڑھانے کا کوئی انتظام نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اسی تمام ہندی ریاستوں میں دراصل صرف دو لسانی فارمولہ رائج ہے۔ ہاں! اب پنجاب یہ دعویٰ ضرور کر سکتا ہے کہ اس نے ایک سہ لسانی فارمولے کی تشکیل کی ہے گرچہ اس میں جنوبی ہندوستان کی کسی بھی زبان کو فیض پہونچنے کا کوئی امکان نہیں۔

## ہریانہ کے اسکولوں میں اردو تعلیم کا انتظام

ہریانہ کے وزیر اعلیٰ جناب بنسی لال نے اعلان کیا ہے کہ ریاست میں سرکاری امداد پانے والے تمام غیر سرکاری تعلیمی اداروں کو آزادی حاصل ہے کہ وہ جس زبان کو چاہیں ذریعۂ تعلیم بنائیں ہریانہ میں رائج سہ لسانی فارمولے کے بموجب تمام سرکاری اسکولوں میں پہلے درجہ سے ہندی ذریعۂ تعلیم ہے اور ایک مضمون کی حیثیت سے پڑھائی جاتی ہے انگریزی چھٹے درجہ سے پڑھائی جاتی ہے اور طالب علموں کو ساتویں درجہ میں چار زبانوں پنجابی، اردو، تیلگو اور سنسکرت میں سے ایک کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔

(سیاست)

## ابتدائی مدارج میں ذریعہ تعلیم مادری زبان ہوگی

### مدھیہ پردیش کے وزیر تعلیم کا اعلان

بھوپال۔ وزیر تعلیم جناب جگدیش نرائن اودھتی نے ریاستی اسمبلی کے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ ریاست نے فیصلہ کیا ہے کہ ابتدائی مدارج میں ذریعۂ تعلیم بچوں کی مادری زبان ہوگی اور ہر ایک کو یہ حق ہوگا کہ وہ اپنے بچوں کو اپنی ہی مادری زبان میں تعلیم دلائے۔ بشرطیکہ اس درجہ میں طلبہ کی تعداد کم از کم دس یا اس پرائمری اسکول میں کل تعداد کم از کم چالیس ہو گورنمنٹ کے اس فیصلے کے بعد اردو زندہ باد رکھنے کے لئے اردو دوست اور اردو نواز بھائیوں کے لئے بہترین موقع ہے کہ وہ اپنے بچوں کے فارم داخلہ کی خبر رکھیں اور ان کے زبان کے خانے میں اردو ضرور تحریر کریں۔

واضح رہے کہ اس سلسلہ میں محبان اردو کے وفود وزیر تعلیم جناب اودھتی اور وزیر مملکت برائے تعلیم جناب بھوپال رادا اور محکمہ تعلیم کے ذمہ داران سے ملتے رہیں۔

واضح رہے کہ اس سلسلے میں جناب منظر کلیم نے خاص طور پر کوشش کی اور حسب ذیل حضرات پر مشتمل وفد نے وزیر تعلیم وزیر مملکت اور دوسرے افسران سے ملاقات کی۔

جناب جلال الدین قریشی، صدر الدین القادری صاحب جناب عیسیٰ بھائی، جناب محمود الحسینی، الحاج مظفر علی خاں اور جناب مقصود عرفان صاحب۔

## راجستھان میں ثانوی تعلیم کے لئے اصلاحی اسکیم

جے پور۔ راجستھان میں ثانوی درجہ کے امتحانات کے لئے اندرونی تشخیص کی ایک جامع اسکیم نافذ کی گئی ہے۔ یہ اسکیم امتحانات سے متعلق اس اصلاحی منصوبہ کا حصہ ہے جو چوتھے پنج سالہ منصوبہ

گے دوران ثانوی امتحانات کے بورڈ کی طرف سے مروج کیا جائے گا۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ کی صلاحیتوں کے ان پہلوؤں کی جانچ کی جائے جن کا تعین تحریری یا تحریکی امتحانات کے ذریعہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اس اسکیم کے ذریعہ طلبہ کی جسمانی صحت کردار اور رجحانات کا بھی اندازہ لگایا جائے گا۔ اس طرح سے طلبہ جو نمبر حاصل کریں گے وہ بورڈ کے امتحانات کے نمبروں میں شامل نہیں کئے جائیں گے بلکہ ان کے لئے انھیں الگ سرٹیفیکٹ دیئے جائیں۔

## انجمن تعمیر اردو دہلی کی ہفت روزہ ادبی نشست

انجمن تعمیر اردو دہلی کی ہفت روزہ ادبی نشست بمقام اردو آصف علی جامع مسجد دہلی منعقد ہوئی جس کی صدارت جناب عتیق حنفی نے فرمائی۔ مخمور سعیدی نے کمار پاشی کی شاعری پر مختصر مقالہ پڑھا کمار پاشی نے اپنی تازہ غزل سنائی۔ زبیر رضوی نے نظم اور ڈاکٹر اسلم پرویز نے غالب کے قصیدے کی پیروڈی پیش کی۔

آخر میں جناب عتیق حنفی نے اپنا کلام سنایا۔ سکریٹری کے فرائض عزیز وارثی نے انجام دئے۔

## اردو میں یونیورسٹیوں کے لئے کتابیں تیار کرنے کا بورڈ

### مرکزی حکومت کا فیصلہ

نئی دہلی۔ مرکزی وزارت تعلیم نے یونیورسٹیوں کے لئے اردو میں کتابیں تیار کرنے کے مقصد سے ایک ترقی اردو بورڈ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

بورڈ کے چیرمین مرکزی وزیر تعلیم ڈاکٹر وی۔ کے۔ آر۔ وی راؤ ہوں گے۔ اس کے علاوہ بورڈ میں ایک نائب چیرمین اور چند غیر سرکاری ممبر ہوں گے جن کو حکومت نامزد کرے گی۔

ہندوستانی زبانوں میں ادبی کتابوں کی اشاعت کی اسکیم کے تحت یہ بورڈ اردو میں سائنس اور آرٹس کے موضوعات پر کتابیں تیار کرے گا۔

اس کے علاوہ بورڈ بچوں سے متعلق لٹریچر تیار کرے گا اور اس سلسلہ میں وزارت کو مشورہ بھی دے گا۔

## اردو کے حقوق کا مطالبہ جائز اور منصفانہ

### کلکتہ میں جناب جے پرکاش نرائن کی تقریر

سرودے لیڈر جناب جے پرکاش نرائن نے قومی یک جہتی کے مسائل پر کلکتہ میں اپنی ایک تقریر کے دوران کہا کہ ہندوستان میں وہ تمام عناصر و اجزا پائے جاتے ہیں جن سے ایک قوم کی تشکیل ہوتی ہے۔ اس وقت صرف جذباتی یک جہتی کی کمی ہے۔

انھوں نے اردو کو ایک سرکاری زبان بنانے کے مطالبہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایک منصفانہ مطالبہ ہے۔ لیکن اکثریت میں اس مطالبے کو قوم دشمن قرار دینے کا ماحول پیدا ہو گیا ہے۔

(الجمعیۃ دہلی)

## ہمیں ڈگریاں انگریزی میں دی جائیں

### لکھنؤ یونیورسٹی کے طلبہ کا مطالبہ

لکھنؤ یونیورسٹی کے جن طلبہ نے ۱۹۶۶ء کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی تھی انھیں ڈگریاں ہندی میں بھیجی جا رہی ہیں اور ان پر وائس چانسلر کے دستخط بھی ہندی میں ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں بیشتر طلبہ نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ انھیں ڈگریاں ہندی کے بجائے انگریزی میں دی جائیں۔ (قائمین)

## یو۔ پی کے چند کالجوں میں جنوبی ہندوستان کی زبانوں کی تعلیم

صوبۂ اتر پردیش کے محکمۂ تعلیمات نے ایک منصوبہ بند پروگرام کے تحت نئے تعلیمی سال کے آغاز سے بعض کالجوں میں جنوبی ہند کی زبانوں کو پڑھانے کی سہولتیں فراہم کی ہیں۔ اس سلسلے میں جن زبانوں کو پروگرام میں شامل کیا گیا ہے وہ کنڑ، تامل اور تیلگو ہیں۔

محکمۂ تعلیمات کے ڈپٹی ڈائرکٹر نے ایک پریس نوٹ میں یہ بتایا کہ ابھی تک طلبہ کے لئے صرف اردو، انگریزی، ہندی اور سنسکرت سیکھنے کی سہولت موجود تھی جنوبی ہند کی زبانوں کی تعلیم سے مختلف صوبوں کے درمیان تعلقات میں مزید استحکام پیدا ہوگا اور اس سے قومی یک جہتی کے جذبات کے فروغ میں مدد ملے گی۔

## باقی صفحہ ۵ سے آگے

پہلے خیال تھا کہ یہ مخطوطہ حمیدیہ لائبریری میں دوسرے عام قلمی نسخوں کے ساتھ رکھا گیا ہوگا۔ اس لئے یہ قیاس ہوتا تھا کہ کتب خانے کی ایک عمارت سے دوسری بلکہ تیسری عمارت میں منتقلی میں یہ گم یا تلف ہو گیا لیکن اس ریکارڈ کے دستیاب ہونے سے ایک بڑی اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ مخطوطہ "نادرات" کے ساتھ الماری ۱۳ میں رکھا ہوا تھا اور نادرات کو کتب خانے میں سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔ فہرست اردو قلمی (مندرجہ بالا ۱۴) سے پتہ چلتا ہے کہ اردو کے دو اور نادر مخطوطے کتاب نامعلوم الاسم بالتصاویر" (قصص اردو قلمی ۳۵) اور قصیدہ در مدح نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ مصنفہ مظفر علی بیگ تسکین ۱۲۸۸ھ بخط ناخونی (مناقب و مدح اردو قلمی ۱۵) بھی اسی الماری میں تھے۔ فہرست کتب فارسی قلمی (مندرجہ بالا ۱۳) سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مخطوطے بھی جن کے نام کے آگے "نادرات" لکھا ہوا ہے اسی الماری میں تھے۔

کریما بر پوسٹ کارڈ (اخلاق فارسی قلمی ۲۲)، گلستاں بخط معکوس (اخلاق فارسی قلمی ۱۶)، مامقیماں نوشتہ بریک کارڈ (ادب فارسی قلمی ۲۹)، دیوان حافظ قلمی مطلا تختی خورد (ادب فارسی قلمی ۱۳۵)، رسالہ دہ نصیحت حکیم ارسطو (پند نصائح فارسی قلمی ۵)، وصیت نامہ شاہ بابر کتبہ ۹۳۵ھ پند و نصائح فارسی قلمی ۲۲، شاہنامہ ابوالقاسم فردوسی ۲ جلد (تاریخ فارسی قلمی ۳۹) وغیرہ وغیرہ

جہاں تک مولانا آزاد سنٹرل لائبریری میں دیکھا جا سکا ہے ان میں سے کوئی مخطوطہ اس کتب خانے میں نہیں ہے۔ چونکہ اس سارے ذخیرے کے گم ہونے یا تلف ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے اور یہ زبانی روایت پہلے سے موجود ہے کہ "نادرات" نواب صاحب مرحوم نے حمیدیہ لائبریری سے واپس لے لئے تھے۔ اس لئے راقم الحروف کی ناقص رائے میں نسخۂ بھوپال کے گم یا تلف ہونے کا قیاس جس نسبت سے کمزور ہوتا ہے اسی نسبت سے اس قیاس کو تقویت پہنچتی ہے کہ یہ مخطوطہ یا تو نواب صاحب مرحوم کے ذاتی کتب خانے کی زینت ہے یا انھیں کے حسن توسط سے کسی اور فرد کے قبضے میں چلا گیا۔

## صفحہ ۱۲ سے آگے

ان اقتباسات میں روح سے چھلے ہوئے اذیت ناک مسائل ایسی جیتی جاگتی اور سامنے کی علامتوں کے وسیلے سے پیش کئے گئے ہیں کہ ان مسئلوں کے تمام رنگ سامنے آجاتے ہیں۔ اسی طرح "ریڈیو" "مشین کے طوطے" اور "سرکس کا گھوڑا" میں موجودہ عہد کی پیاس، بدمذاقی، ہیجان، مادی کمال اور روحانی زوال کی جیسی موثر تصویریں ملتی ہیں ان کے پیش نظر طریق اظہار کی یہ سادہ اور بے تکلف اشاریت بہت معنی خیز اور اہم ہے۔ یہاں فطرت سے انسان کی دوری اور اس دوری کے احساس سے پیدا ہونے والی محرومی یا صنعتی ترقی اور مادی آسائشوں کے باوجود قلب و نظر کی نا آسودگی بھی دراصل زندگی سے بے پناہ محبت کا نتیجہ ہے۔ بے دلی اور مایوسی کا یہ احساس اسی لئے اور زیادہ قیمتی ہو جاتا ہے کہ اس میں تندرستی کی بے حرمتی کا کرب بھی شامل ہے۔

وہ طوفان منتظر ہے
جس میں ہم اک دوسرے سے یقیناً ممکن ہے بچھڑ جائیں
جڑوں سے کٹ چکیں اور اپنی اپنی سمت جب ڈھونڈیں
نہ کوئی خواب ہو باقی، نہ کوئی اجنبی چہرہ
نہ آوازِ صبا انداز کا کوئی خنک سایہ
مگر اک زندگی باقی ہو، جلتی ریت کی صورت
خیال مرگ آساں ہے، مگر ہستی مقدر ہے

(ایک نظم)

میرے خیال میں، جلتی ہوئی ریت کی صورت تشنگی اور نامرادی کا یہ احساس بجائے خود ایک مہذب اور مثبت قدر کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس کتاب میں کومل کے پچھلے دونوں مجموعوں کا انتخاب بھی شامل ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۴۰ ہے اور کتابت، طباعت اور گٹ اپ ہر لحاظ سے پسندیدہ۔

# کتابیں ملیں

## غالب اور حیدر آباد

مصنف :۔ ضیاء الدین احمد شکیب
ناشر :۔ ادبی ٹرسٹ، حیدر آباد
قیمت :۔ سات روپے، صفحات ۱۴۲

---

## روزمرہ محاورۂ غالب

مرتب :۔ پریم پال اشک
ناشر :۔ قصر اردو، اردو بازار، دہلی
قیمت :۔ چھ روپے، صفحات :۔ ۳۲۰

---

## لالہ زار (مجموعۂ کلام)

مصنف :۔ بیکل چاندپوری
ناشر :۔ قصر اردو، اردو بازار دہلی
قیمت :۔ دو روپے پچاس پیسے
صفحات :۔ ۱۲۸

(تبصرے کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

# تبصرہ

ڈاکٹر شمیم حنفی

کتاب : سفر مدام سفر (مجموعہ کلام)
مصنف : بلراج کومل
ناشر : شب خون کتاب گھر، ۳۱۳ رانی منڈی، الہ آباد
قیمت : چار روپے

"سفر مدام سفر" کی پہلی نظم "اکیلی" ہے جس کا سالِ اشاعت ۱۹۴۸ء ہے۔ اس نظم سے لے کر اب تک کومل کے تخلیقی سفر نے تقریباً بیس برسوں کی منزلیں طے کی ہیں۔ شعری ریاضت کے لئے یہ مدت خاصی طویل ہے۔ ان بیس برسوں میں سماجی حقیقتوں اور زندگی کے عام حالات و کوائف کی تبدیلیوں نے فکر و فن کے زاویوں اور ان سے متعلق رویوں پر بھی بہت گہرا اثر ڈالا ہے۔ چنانچہ کومل کے پہلے مجموعے "میری نظمیں"، دوسرے مجموعے "رشتۂ دل" اور آخری یعنی زیر تبصرہ مجموعے پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو ذاتی شعری روش اور کائناتی بصیرت کے مختلف النوع خاکے سامنے آتے ہیں۔ خوابوں کی تشکیل سے خوابوں کی شکست تک جو مراحل در پیش ہوتے ہیں اور ایک زندہ و متحرک ذہن کو مادی تجربات کی جن آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے اور یہ آزمائشیں اس کی باطنی ہیئت کو جس طرح متاثر کرتی ہیں اس کا فطری نتیجہ تخلیقی شخصیت کے بدلتے ہوئے رنگوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ بعض لوگ ان تبدیلیوں کو صرف اس لئے ناپسند کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک تغیر پذیر تمدنی اور معاشرتی فضا میں بھی ذہن کا حرکی ہونا غالباً مستحسن نہیں اور اس کے لئے کسی ایک نظریاتی مرکز پر جمے رہنا ضروری ہے۔ لیکن انسانی تاریخ کے کسی بھی دور میں خارجی تبدیلیوں کو قبول کرنے کے باوجود شخصیت کی باطنی ہیئت کو ان تبدیلیوں کے اثر سے بالکل آزاد اور محفوظ رکھنا شاید سچی تخلیقی بصیرت رکھنے والوں کے لئے ممکن نہ ہو سکا۔ بیدار اور پر خلوص تخلیقی عمل اپنی فکری آزادی کے گرد کسی بھی فارمولائی نظریے کا حصہ برداشت نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ کومل نے بھی اپنی تخلیقی شخصیت کو شعری ارتقا کی ہر منزل پر آزاد رکھا اور حق و باطل یا سفید اور سیاہ کے درمیان تفریق و تمیز کے باوجود انھوں نے اپنی ذہنی آزادی کو کسی غیر ادبی اصول اور رویے کے ہاتھوں حرف نہیں آنے دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ سچی کائناتی بصیرت اپنی ذات کی وسعت و کشادگی کی وہ منزل ہے جہاں من و تو کا کوئی فرق نہیں رہ جاتا ؎

میں وقت کے جھیتھڑوں میں لپٹا ہوا، سر شام نکلتا ہوں
ریگ ساحل پہ سیکڑوں سیپیاں ہیں، گھونگے ہیں
ان کو چنتا ہوں،
دامن زیست بھر رہا ہوں (سمندر)

یہاں وقت ذات کے خال و خط میں اس طرح مدغم ہو گیا ہے کہ آنکھوں کے سامنے پھیلی ہوئی دنیا کو جاننے اور سمجھنے کے لئے اپنے وجود کے مرکز سے الگ ہونے کی ضرورت نہیں رہ جاتی بلکہ خارج کا ہر منظر آنکھوں کی راہ سے شاعر کے احساس میں خود بخود جذب ہو جاتا ہے اور اس کی آواز اس کی بساط حال کی آواز بن جاتی ہے۔

کومل کی شاعری خلائی عہد کی پروردہ ہوتے ہوئے بھی بے زمینی کے الزام سے پاک ہے۔ ان کے یہاں احساس پر کوئی نامعقول گرفت یا احتساب نہیں لیکن آنکھیں گرد و پیش کی ٹھوس اور زندہ حقیقتوں کے وجود کی منکر بھی نہیں ہیں بلکہ یہی حقیقتیں ان کے تخلیقی عمل میں خام مواد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ فرد ہے کہ انتہائی ذاتی اور پیچیدہ حقیقتوں اور ان کے جذباتی رد عمل سے ابھرنے والی الجھنوں کے اظہار کے لئے بھی وہ مظاہر فطرت اور سامنے کی زندگی کے بے حد عام، معصوم اور غیر اہم عناصر اور اشیا کو علامتی معنویت سے آراستہ کر کے اس طرح پیش کرتے ہیں کہ لفظوں سے جھلکتا ہوا ہر مسئلہ یا احساس بہت آہستگی کے ساتھ قاری کے احساس کا جزو بن جاتا ہے اور کسی خارجی دباؤ کو محسوس کئے بغیر وہ شاعر کے تجربے میں یوں شریک ہو جاتا ہے کہ خود اسے اس رد عمل کی خبر نہیں ہوتی۔ کوئی بھی حقیقت جب تک شاعر کے احساس سے اچھی طرح ہم آہنگ نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے تخلیقی عمل کا موضوع نہیں بن سکتی۔ کومل کی خوبی یہ ہے کہ ان کا ہر موضوع زندگی کے ان رویوں اور اثرات سے متعلق ہے جو ان کے اور پڑھنے والوں کے درمیان ایک مشترک ملکیت یا ورثے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں ؎

یہ ایک ہفتے کی بات ہے اور کل سے منا یہ کہہ رہا ہے
یہ جانور صبح و شام بے کار بولتا ہے
حبیب جی روں کا زہر گیتوں میں گھولتا ہے
گلی میں کوئی فقیر آئے تو اس کو دیدو
مجھے اکنی کا مور لے دو (ریڈیو)

●

ناریل کے پیڑ جھکتی سنہری دھوپ میں
پیار کی نظروں سے تکتے ہیں مجھے
ناریل کے پیڑ سے آیا ہوں اپنے ساتھ میں (ناریل کے پیڑ)

●

اگر مرگ احساس کی آرزو آخری قدر ٹھہری
ابھی ایک بے جان ماضی کے صحرا میں کھو جائیں گے ہم
ابھی غیر و اجنبی ہو جائیں گے ہم (ایک نظم) (باقی صفحہ ۱۰ پر)

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، پرنٹر و پبلشر سید ضیا دہلی نے لیتھو کلر پریس علی گڑھ میں چھپایا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا